The Role of Shah Wallī Allāh in Promoting the Ideology of Ibn Taymiyyah

Mahmood Ahamd[*]

ABSTRACT

Ibn Taymiyyah (661-728/1263-1327) is one of the most dynamic and seminal personalities in the history of Islam. He struggled hard to revive Muslim society through inward animation and re-interpretation of its values in the light of a new spirit of ijtihad (interpretation of law) based on direct recourse to the Qur'ān and the Sunnah. His thought influenced not only his contemporaries in the Muslim heartlands but reached far beyond. The prominent icon of Indian Subcontinent Shāh Walī Allah(1702-1763) has a commonality in his intellectual approach with that of Ibn Tamiyyah. Shāh Walī Allāh's stay in Hijāz afforded him thorough insight into the thought of Ibn Taymiyyah of which his teacher, Shaikh Abā Ṭāhir Kurdī of Madīnah, was an ardent advocate. Ibn Taymiyyah 's impact on Shāh Walī Allah's thought

[*] Assistant Prfoessor, Department of Islamic Studies and Arabic
G.C University, Faisalabad. (professorgcu@gmail.com)

is clearly discernible in some of his writings. His discussion on *khilāfah* and *khilāfa al-Rāshidah* in *Izālah āl-Khafā'* and *Qurrat ul-'Aynayn* echoes the ideas propounded in Ibn Taymiyyah 's *Minhāj al-Sunnah*; while some of his discussions *in Ḥujjat Allah al-Bāligha* seem inspired by Ibn Taymiyyah 's *Fatāwa*. Similarly, Shāh Walī Allah's campaign against *bid'āt*, emphasis on ijtihad and involvement in the political struggles of the time are not unrelated to Ibn Taymiyyah's teachings. His defense of Ibn Taymiyyah's ideological position had an impact on contemporary religious thought in subcontinent.

❁❁❁❁❁❁

افکارِ امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کی ترویج میں امام شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کا کردار

محمود احمد ۞

امام شیخ الاسلام ابو العباس تقی الدین احمد بن عبد الحلیم رحمۃ اللہ علیہ (۶۶۱ھ – ۷۲۸ھ / ۱۲۶۳ء–۱۳۲۷ء)، جو کہ ابنِ تیمیہ کے نام سے معروف ہیں، عظیم مجدّدِ اسلام تھے، اُن میں مجدّد کی تمام صفات بدرجۂ اَتم موجود تھیں۔ انھوں نے اپنے عظیم کارناموں اور کارِ اصلاح و تجدید کی بنا پر عظیم مصلح و مجدّد کا لقب پایا۔ امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کو اُن کے فضل و کمالِ علم کی بنا پر مجتہد اور مجدّد قرار دیا گیا۔ ان کی مجدّدیتِ دین کا اندازہ ان کی شہرۂ آفاق تصانیف کے مطالعہ سے کیا جا سکتا ہے۔ انھوں نے ایسی وقیع اور شان دار کتب تصنیف کیں جو ان کے وفورِ علم کا پتا دیتی ہیں۔

اُن کی مساعیِ جمیلہ کا دائرہ بہت زیادہ وسیع ہے، انھوں نے مختلف جہات اور میدانوں میں اصلاح و تجدید کا فریضہ سرانجام دیا اور اپنے معاشرے کی خرابیوں اور فسادات کا خوب قلع قمع کیا۔ چوں کہ آپ کی فکر ہمہ جہت فکر تھی اِسی وجہ سے آپ کی فکر آپ کی زندگی ہی میں دنیا کے اَطراف و اَکناف میں پھیل گئی اور برصغیر میں بھی آپ کی فکر نفوذ پذیر ہوئی اور یہاں کے عبقری علما و مصلحین نے اس فکر سے بہت فائدہ اُٹھایا اور یہاں کے فساد و بگاڑ کی خوب اِصلاح کی۔

برصغیر میں محمد بن تغلق (۷۲۵ھ–۷۵۲ھ / ۱۳۲۵ء۔۱۳۵۱ء) کے عہد میں امام ابنِ تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کے تلامذہ کی آمد سے فکرِ ابنِ تیمیہ کے اوّلین نُقوش ثبت ہوئے، اِس کے بعد برصغیر میں جس شخصیت نے افکارِ ابنِ تیمیہ سے استفادہ کرتے ہوئے اِسی نہج پر اصلاح و تجدید کا فریضہ سرانجام دیا، وہ شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ (۱۱۱۴ھ – ۱۱۷۶ھ / ۱۷۰۲ء–۱۷۶۳ء) کی ہستی ہے۔ بعض محقّقین نے شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ پر فکرِ ابنِ تیمیہ کے اثرات کا ذکر کیا ہے، چناں چہ مولانا عطاء اللہ حنیف بھوجیانی رحمۃ اللہ علیہ نے **حیاتِ ابنِ تیمیہ** (مؤلفہ ابو زہرہ مصری) کے پیشِ لفظ میں، پروفیسر خلیق احمد نظامی نے اپنے آرٹیکل *The impact of Ibn Taimiyya on South* Asia میں، شیخ صلاح الدین مقبول احمد نے اپنی کتاب **دعوة شيخ الإسلام وأثرها على الحركات الإسلامية**

۞ اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ علوم اسلامیہ و عربی، گورنمنٹ کالج یونی ورسٹی، فیصل آباد۔ (professorgcu@gmail.com)

المعاصرة وموقف الخصوم منها میں اور ڈاکٹر عبدالرحمن بن عبدالجبار الفریوائی نے اپنے آرٹیکل "شیخ الإسلام ابن تیمیة علومه ومعارفه في شبه القارة الهندية" میں اس بات پر اختصار سے روشنی ڈالی ہے، زیرِ نظر مقالے میں باحوالہ شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ پر فکرِ ابنِ تیمیہ کے نہ صرف اثرات ثابت کیے گئے ہیں، بلکہ شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کی کتب کا، کتبِ ابنِ تیمیہ سے تقابل کرتے ہوئے، مباحث بھی پیش کیے گئے ہیں۔

شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے دور کی سیاسی، معاشرتی اور مذہبی حالت کا بغور جائزہ لیا اور اس میں سے ہر پہلو پر نمایاں اثرات مرتب کیے۔ ان کی تجدیدی اور اصلاحی مساعی سے دعوتِ حق عام ہوئی۔ اگر بغور مطالعہ کیا جائے تو معلوم ہو گا کہ عہدِ شاہ ولی اللہ، عہدِ ابنِ تیمیہ سے مشابہت رکھتا ہے۔ اِس کا اندازہ عہدِ شاہ ولی اللہ کے سیاسی اور مذہبی پس منظر سے لگایا جا سکتا ہے، جب کہ عہدِ ابنِ تیمیہ کے سیاسی، مذہبی اور معاشرتی حالات بھی کچھ ایسے ہی تھے۔ یہاں دونوں اَدوار کا مختصر خاکہ پیش کیا جاتا ہے:

عہدِ ابنِ تیمیہ کے سیاسی، معاشرتی اور مذہبی حالات

امام ابنِ تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ بغداد کی تباہی (۶۵۶ھ) کے پانچ برس بعد اور حلب و دمشق میں تاتاریوں کے داخلے (۶۵۸ھ) کے تین برس بعد پیدا ہوئے، اس لیے یہ بات یقینی ہے کہ انھوں نے جب ہوش سنبھالا تو ان اسلامی شہروں کی تباہی اور مسلمانوں کے قتلِ عام کی داستانیں اور تاتاریوں کے دہشت انگیز مظالم کے واقعات زبان زدِ عام تھے۔ مقام جالوت میں مسلمانوں کی فتح کا واقعہ (۶۵۸ھ) بھی ابنِ تیمیہ کی ولادت سے تین برس پہلے پیش آیا۔ اور جب ابنِ تیمیہ چھے سال کے تھے تو خود حرّان (ابنِ تیمیہ کی جائے پیدائش) پر تاتاریوں کا حملہ ہوا اور بہت سے گھرانوں کی طرح ان کا خاندان بھی تاتاریوں کے مظالم سے بچنے کے لیے دمشق روانہ ہوا۔

مصر و شام پر ابنِ تیمیہ کی ولادت (۶۶۱ھ) سے قبل سلطان صلاح الدین کے خاندان کے آخری بادشاہ الملک الصالح نجم الدین ایوب (م۶۴۷ھ) کے ترک غلاموں کی حکومت تھی۔ عزالدین ایبک الترکمانی نے (۶۴۷ھ) میں الملک الصالح کے جانشین توران شاہ کو قتل کر کے حکومت پر قبضہ کر کے الملک المعز کا لقب پایا۔ ۶۵۵ھ میں وہ قتل ہوا اور اس کا بیٹا نور الدین علی جانشین ہوا۔ ۶۵۷ھ میں عزالدین ایبک الترکمانی کے غلام سیف الدین قُطز نے حکومت سنبھالی۔ یہ وہی سلطان ہے جس نے تاتاریوں کو پہلی مرتبہ شکست فاش دی۔ آئندہ سال ۶۵۸ھ میں الملک الصالح کے دوسرے غلام رکن الدین بَیبَرس نے سیف الدین قطز کو قتل کر کے عنان مملکت اپنے ہاتھ میں لی، اس نے الملک الظاہر کا لقب پایا اور اٹھارہ سال شان و شوکت سے حکومت کرتے ہوئے تاتاریوں

اور صلیبیوں کو پے در پے شکست دی۔ بوقت ولادتِ ابنِ تیمیہ مصر و شام پر الملک الظاہر بیبرس ہی کی حکومت تھی۔ اور جب سلطان کا انتقال ہوا تو آپ پندرہ برس کے تھے۔

عصرِ ابنِ تیمیہ کا معاشرہ جنگ و جدل کو باعث انتشار اور پریشانی کا شکار تھا، صلیبی لڑائیوں کی وجہ سے مختلف تمدنوں، تہذیبوں اور مذاہب کے افکار و عادات کو ایک دوسرے سے ملنے کا موقع ملا، اس فکری، نفسی اور شخصی امتزاج کو تلوار کی نوک اور خون کی دھار بھی نہیں روک سکتی۔ فرنگی، ترک اور تاتاری اسیر ان جنگ کی موجودگی نے بھی نظم اجتماعی پر اثر ڈالا۔ مسلمانوں کی سماجی حالت بڑی مضطرب تھی، صلیبی اور تاتاری جنگوں کی وجہ سے امن ڈھونڈنے سے نہ ملتا۔ مسلم قوم کے قلوب میں انتشار اور خوف و خطر بہت پیدا ہو گیا تھا، لوگوں کے مال محفوظ تھے نہ ہی جانیں، بڑے بڑے انتظامی اور فوجی عہدے ترکی النسل سرداروں کو ملتے تھے۔ حکام اور بڑے بڑے جاگیر دار ترک و تاتاری ہوتے تھے جو کاشت کاروں اور مزدوروں کی محنت سے فائدہ اٹھاتے جس سے عوام کی معیشت پر فقر چھایا رہتا اور چوری، ڈاکہ زنی، ملاوٹ اور کم تول جیسی خرابیاں پیدا ہوتیں۔ بے بسی کی یہ حالت دیکھ کر امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ نے ایک کتاب **الحسبة في الإسلام** تحریر کی جس میں امرا و رؤسا کی رہ نمائی کی ہے کہ ملاوٹ اور دیگر معاشی بیماریوں کی روک تھام کیسے کی جائے؟ تاکہ لوگوں کا رزق و معیشت محفوظ رہے۔

اس دور میں ایک طرف فقہی مسائل میں غیر ضروری غلو ہو رہا تھا تو دوسری طرف یونانی فلسفے اور کلام کے اثر سے کلامی مسائل کے بیان میں افراط و تفریط کی کیفیت تھی۔ اسی طرح تصوف بھی عجمی افکار کی یلغار سے محفوظ نہیں تھا۔[۱]

عہدِ شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کے سیاسی، معاشرتی اور مذہبی حالات

شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کی ولادت سلطان اورنگ زیب عالمگیر رحمۃ اللہ علیہ کی وفات (۱۱۱۸ھ / ۱۷۰۷ء) سے چار سال پہلے ۱۱۱۴ھ / ۱۷۰۳ء میں ہوئی۔ سلطنت عالمگیری کے آخری ایّام تھے، بلکہ مغلیہ سلطنت کے زوال کے دن شروع ہونے والے تھے۔ اَورنگ زیب نے سلطنت ہاتھ میں لیتے ہی عہدِ اکبری کے مخالفِ اِسلام اثرات کو مٹانے اور عہدِ ہمایوں کے شیعیت کے اثرات کو کم کرنے کے لیے مناسب اقدامات کیے اور محتسب کا شرعی عہدہ قائم کیا۔ مسائلِ فقہیہ کی تدوین کروائی، حکومت کی غیر مشروع آمدنیاں موقوف کیں۔ رقص و سرود اور جھروکہ درشن کو

۱۔ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کی حیات و خدمات پر عربی اور اردو میں مختلف مصنّفین کی کتابیں موجود ہیں۔ اردو میں ایک جامع مطالعے کے لیے دیکھیے: ابوالحسن علی ندوی، **تاریخ دعوت و عزیمت** (حصہ دوم) (کراچی: مجلس نشریات اسلام)۔

بند کیا اور تمام غیر اسلامی اُمور کو ختم کیا۔ اس کے ساتھ بیدار مغزی، مستعدی، فرض شناسی سے نظم و نسق پر مکمل طور پر حاوی ہو کر حکومت کی، لیکن اس کے جانشین اس قدر نااہل، کاہل، عیش پسند اور اُمورِ سلطنت سے غافل تھے۔ سو یہ ہندوستان کی بدقسمتی تھی کہ اس کے تخت پر یکے بعد دیگرے کم زور اور نااہل حکم ران آتے رہے اور مغلیہ سلطنت زوال کی طرف بڑھتی رہی اور ملک میں مرہٹوں، سکھوں اور انگریزوں نے جگہ جگہ بغاوتیں کر کے ملکی علاقوں پر قبضے کرنے شروع کر دیے۔ شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کا تعلق اِسی عہدِ زوال سے ہے۔ شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی (۱۷۰۲ء–۱۷۶۳ء) میں اَورنگ زیب کے بعد گیارہ مغل بادشاہ تخت نشین ہوئے۔[۲] پہلا جانشین بہادر شاہ ہی اپنے باپ اَورنگ زیب کا بالکل الٹ تھا۔ اس نے شیعہ مسلک اختیار کر لیا۔ اس نے علما پر عتاب کیا اور جابجا ان کو محبوس کیا۔[۳]

الغرض ایک کے بعد دوسرا حکم ران اپنی عیش پسندی اور مذہبی اَقدار سے دُوری کے باعث ملک کو زوال کی طرف دھکیلتا چلا گیا۔ اُمرا و روٴسا اِس قدر عیش پسند، آرام طلب اور محنت سے جی چرانے والے بلکہ غدار تھے کہ کبھی مرہٹوں سے مل جاتے تو کبھی انگریزوں سے۔ اور تو اور مغل شہزادے اورنگ زیب کے اپنے بیٹے اس سے بالاتر نہ تھے۔ جنجی کے محاصرے کے وقت شہزادہ کام بخش نے جو ذوالفقار خان (اورنگ زیب کا سپہ سالار) کے ساتھ سپہ سالار تھا، راجا رام کے ساتھ اپنے باپ کے خلاف ساز باز کر کے مرہٹوں سے ملنے والا ہی تھا کہ ذوالفقار خان نے اور اس کے والد اسد اللہ خان نے اسے گرفتار کر کے اورنگ زیب کے پاس بھیج دیا۔ یہی حالت قلعہ داروں، منصب داروں، محاسبوں، معمولی سپاہیوں اور امیروں وزیروں کی تھی۔ جو قلعے مہینوں میں فتح ہوتے تھے ان کی نالائقی اور غداری کے سبب دشمن کو بغیر کشت و خون کے واپس مل جاتے تھے۔[۴] اَورنگ زیب اپنے ہم راہیوں کی اخلاقی کم زوریوں سے خوب واقف تھا۔ وہ بار بار اپنے خطوط میں دیانت دار اور کاردان ملازموں کی کمی پر آنسو بہاتا ہے۔ ایک جگہ لکھتا ہے: ''آدم ہوشیار، امانت دار، خدا ترس، آباداں کار، کمیاب (راستی، امانت داری، خدا ترسی کمیاب بلکہ نایاب ہے)۔[۵] پھر وہی ہوا کہ جس کا اورنگ زیب کو خطرہ تھا۔''

۲– سید ابوالحسن علی ندوی، **تاریخ دعوت و عزیمت** (کراچی: مجلس نشریات اسلام)، ۵: ۴۶۔

۳– ندوی، نفسِ مرجع، ۵: ۴۸– ۴۹۔

۴– شیخ محمد اکرام، **رودِ کوثر** (لاہور: ادارہ ثقافت اسلامیہ، ۱۹۹۲ء)، ۵۳۰۔

۵– محمد اکرام، نفسِ مرجع، ۵۳۱۔

یہ سیاسی حالات تھے کہ قوم بھی معاشرتی اور اخلاقی پستی کی طرف قدم بہ قدم بڑھتی چلی جا رہی تھی۔ اعتقادی، سماجی اور کئی دیگر پہلوؤں سے غیر اسلامی عقائد رسوم زندگیوں میں داخل ہو چکی تھیں۔[۶] الغرض بارھویں صدی ہجری اور اٹھارھویں صدی عیسوی کا ہندوستان سیاسی، انتظامی، اخلاقی اور بہت حد تک اعتقادی حیثیت سے اِنحطاط وپستی کے اُس نقطے پر پہنچ گیا تھا، جو اسلامی ملکوں کے زوال اور مسلم معاشرے کی پستی کا افسوس ناک اور خطرناک مرحلہ ہوتا ہے۔ مولانا سید سلیمان ندوی نے اِس مجموعی صورتِ حال کا نقشہ اپنے ایک مضمون میں بڑی بلاغت واِختصار کے ساتھ کھینچا ہے، وہ لکھتے ہیں:

> مغلیہ سلطنت کا آفتاب لبِ بام تھا، مسلمانوں میں رسوم وبدعات کا زور تھا، جھوٹے فقراء اور مشائخ اپنے بزرگوں کی خانقاہوں میں مسندیں بچھائے اور اپنے بزرگوں کے مزاروں پر چراغ جلائے بیٹھے تھے۔ مدرسوں کا گوشہ گوشہ منطق وحکمت کے ہنگاموں سے پر شور تھا۔ فقہ و فتاویٰ کی لفظی پرستش ہر مفتی کے پیشِ نظر تھی۔ مسائل فقہ میں تحقیق وتدقیق مذہب کا سب بڑا سے جُرم تھا۔ عوام تو عوام خواص تک قرآن پاک کے معانی ومطالب اور احادیث کے احکامات وارشادات اور فقہ کے اَسرار ومصالح سے بے خبر تھے۔[۷]

یہ حالات تھے کہ شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے شعور کی آنکھیں کھولیں، اُن کے والد شاہ عبد الرحیم رحمۃ اللہ علیہ ایک عالِم کامل تھے۔ شاہ صاحب نے علومِ رسمیہ کا درس اپنے والد سے لیا اور پندرہ سال کی عمر میں علومِ متداولہ سے فراغت پائی۔ اس کے بعد شیخ افضل سرہندی سے **مشکوٰۃ** کا ایک حصہ، **صحیح بخاری** اور **شمائل ترمذی** پڑھی۔[۸]

شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کا سفرِ حج

تیس برس کی عمر میں ۱۱۴۳ھ میں سرزمینِ عرب کی راہ لی اور وہاں رہ کر شیخ ابو طاہر مدنی رحمۃ اللہ علیہ سے کتبِ حدیث کا درس لیا، اُس وقت شیخ کی مجلس میں **صحیح بخاری** کا درس ہو رہا تھا، اِس میں شریک ہوئے، صحاح ستہ اور **موطا امام مالک**، **مُسند دارمی**، اور **کتاب الآثار** امام محمد کے اَطراف اُن کو سنائے اور بقیہ کتابوں کی سند اُن سے حاصل کی۔[۹]

شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کے تذکرے اور اُن کے تجدیدی کارناموں پر روشنی ڈالنے کے سلسلے میں اِس تاریخی حقیقت کو پیشِ نظر رکھنے اور اِس اُصول پر عمل کرنے کی اور بھی زیادہ ضرورت ہے کہ اُن کی ذہنی وعلمی تربیت میں

۶۔ ندوی، مرجع سابق، ۵: ۶۳۔

۷۔ سید سلیمان ندوی، مقالات سلیمان، مرتب: شاہ معین الدین ندوی (اعظم گڑھ: معارف، ۱۳۸۷ھ / ۱۹۶۸ء) ۲: ۴۴۔

۸۔ نفس مصدر، ۲: ۴۵۔

۹۔ نواب صدیق بن حسن خاں قنوجی، **أبجد العلوم** (بیروت: دار الکتب العلمیة)، ۳: ۲۴۲۔

حجازِ مقدس کا بنیادی حصہ تھا، جہاں اُنھوں نے ایک سال سے زیادہ (۱۱۴۳ھ – ۱۱۴۴ھ) قیام فرمایا[۱۰] اور اُس وقت کے فنِ حدیث میں مرجع خلائق اور امامِ فن شیخ ابوطاہر محمد بن ابراہیم کُردی مدنی رحمۃ اللہ علیہ سے فنِ حدیث کی تکمیل کی، جن کے حلقۂ درس میں بِلاد واَمصار کے طالبینِ حدیث مجتمع تھے۔ اُس دور میں حرمین شریفین اور خاص طور پر مدینہ طیبہ، علمِ حدیث کا سب سے بڑا مرکز بنا ہوا تھا، جہاں اِس علم کے شائقین دنیا کے گوشے گوشے سے اکٹھے ہوتے اور وہاں بیٹھ کر پورے عالمِ اسلام کی روحانی، علمی، اَخلاقی، تمدنی، معاشرتی وسیاسی حالت کا جائزہ بآسانی لیا جاسکتا تھا۔ اِن تمام حیثیتوں سے مختلف ممالک اِسلامیہ و عربیہ کی ترقی وانحطاط اور عُروج وزوال کا بآسانی اندازہ کیا جاسکتا تھا اور وہاں کی مختلف شخصیتوں، باکمال افراد، اِصلاحی تحریکوں، دعوتوں اور اِنتشار انگیز کوششوں اور سازشوں سے واقفیت حاصل کی جاسکتی تھی۔[۱۱]

دونوں اَدوار میں مماثلت

عہدِ شاہ ولی اللہ، عہدِ ابنِ تیمیہ سے کافی مماثلت رکھتا ہے۔ دونوں کی ولادت مسلمانوں کے عہدِ زوال میں ہوئی۔ اُدھر ابنِ تیمیہ سقوطِ بغداد (۶۵۶ھ) اور تار تاریوں کی تباہی کے پانچ سال بعد (۶۶۱ھ) میں پیدا ہوئے، اِدھر شاہ ولی اللہ سلطنتِ مغلیہ کے دورِ زوال میں عہدِ عالمگیری کے آخر میں پیدا ہوئے۔ عہدِ ابنِ تیمیہ میں ہر وقت تاتاریوں کے حملوں کا خطرہ رہتا تو عہدِ شاہ ولی اللہ میں سکھوں، مرہٹوں اور انگریزوں کا خطرہ رہتا۔ عہدِ ابنِ تیمیہ میں بھی معاشرہ غیر اسلامی رسوم ورواج، بدعات، بے راہ روی، فلسفہ وعلم الکلام سے مرعوبیت اور دیگر برائیوں کا شکار تھا تو عہد ولی اللہی میں بھی یہ تمام خرابیاں بدرجۂ اَتم موجود تھیں۔ دونوں مصلحین و مجتہدین نے اپنے اپنے دَور میں معاشرتی بگاڑ کا کھوج لگایا اوران کی اِصلاح کے لیے کمربستہ ہوگئے۔ امام ابنِ تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ نے تالیف وتصنیف اور درس وتدریس کے ذریعے معاشرے کو خالص دین پر گام زن ہونے کی دعوت دی تو شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اَیسا ہی کیا۔ دونوں کے عہد میں جب کبھی غیر اسلامی عناصر نے اسلامی مملکت پر حملہ کرنے کی کوشش کی تو دونوں اس کا مقابلہ کرنے پر کمربستہ ہوگئے۔

۱۰۔ شاہ صاحب ۱۱۴۳ھ کے آخر میں حجاز پہنچے اور ۱۱۴۵ھ کے آغاز میں واپس آئے۔ شاہ صاحب نے کل دو حج کیے، (ندوی، مرجع سابق، ۵: ۱۶۔)

۱۱۔ ندوی، مرجع سابق، ۵: ۱۶–۱۷۔

شاہ صاحب کا کتبِ ابنِ تیمیہ سے اِستفادہ

اِسی قیامِ حجاز کے دوران شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کو تصانیفِ ابنِ تیمیہ سے اِستفادے کا موقع ملا۔ اُن کے اُستاد ابو طاہر محمد کردی کے والد ابراہیم کورانی تصانیفِ ابنِ تیمیہ کے بہت شائق تھے۔ شیخ ابراہیم کورانی[۱۲] (۱۰۲۵ھ – ۱۱۰۱ھ) امام ابنِ تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کی طرف سے مدافعت کیا کرتے تھے۔ علامہ سید نعمان آلوسی بغدادی لکھتے ہیں:

"وکان سلفي العقيدة ذابًّا عن شيخ الإسلام ابن تيمية وكذا يذب عما وقع في كلمات الصوفية مما ظاهر الحلول أو الاتحاد أو العينية." [۱۳] (وہ سلفی العقیدہ تھے۔ شیخ الاسلام ابنِ تیمیہ کی طرف سے مدافعت کرتے تھے، اِسی طرح سے صوفیہ کے اُن الفاظ کی تاویل کرتے تھے، جن سے ظاہری طور پر حلول واتحاد یا عینیت کا اظہار ہوتا ہے۔)

اِس سلسلے میں سید ابوالحسن علی ندوی لکھتے ہیں: "اس سے یہ نتیجہ نکالا جاسکتا ہے کہ شیخ الاسلام کی کتابوں سے تعارف، ان کی حمایت و مدافعت کا جو اظہار شاہ صاحب کی تحریروں سے ہوا، نیز اس تطبیق رجحان میں جو شاہ صاحب کی خاندانی روایت و وراثت تھی، شیخ ابو طاہر کی گفتگو کا بھی اثر اور حصہ ہوگا، جس کا رجحان اُنھوں نے اپنے والدِ ماجد شیخ ابراہیم کورانی سے وراثتاً پایا ہوگا۔"[۱۴] مولانا ابوالکلام آزاد نے تو اس کی تصدیق کر دی کہ سفر حجاز کے دوران شاہ صاحب نے تصانیفِ ابنِ تیمیہ سے استفادہ کیا، وہ فرماتے ہیں: "ابنِ تیمیہ اور ابنِ قیم دونوں کی کتابیں حضرت شیخ ابراہیم کورانی کی وسعتِ نظر و بلندی مشرب کی وجہ سے ان کے مطالعے میں رہ چکی تھیں۔"[۱۵] اِس طرح شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کو ابنِ تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ اور اُن کے تلامذہ کی کتب پڑھنے کا موقع ملا، یقیناً شاہ صاحب حجاز سے واپسی پر جو علمی سرمایہ تجدیدِ دین کے لیے اپنے ساتھ لائے ہوں گے، اُن میں کتبِ ابنِ تیمیہ بھی ہوں گی، کیوں کہ اُن کے اصلاحِ معاشرہ اور تجدیدِ دین کے لیے کارہائے نمایاں میں امام ابنِ تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کے منہجِ اصلاح و تجدید کی بہت زیادہ تاثیر نظر آتی ہے۔

۱۲- شیخ ابراہیم اسی (۸۰) سے زائد کتابوں کے مصنف تھے۔

۱۳- نعمان بن محمود آلوسی، **جلاء العينين في محاكمة الأحمد ين** (قاہرہ: مطبعة المدني، ۱۴۰۱ھ)، ۲۶۔

۱۴- ندوی، مرجع سابق، ۵: ۱۱۲۔

۱۵- ابوالکلام آزاد، **تذکرہ** (دہلی: ساہتیہ اکادیمی، اپریل ۱۹۶۸ء)، ۲۵۲۔

امام ابنِ تیمیہ اور شاہ ولی اللہ کے کارناموں میں مماثلت

امام ابنِ تیمیہ اور شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہم کی اصلاحی و تجدیدی مساعی میں بہت سی چیزیں مشترک و مماثل نظر آتی ہیں، ذیل میں بعض کی وضاحت کی جاتی ہے:

مجاہدانہ کردار کی مماثلت

مولانا ابو الحسن علی ندوی رحمۃ اللہ علیہ نے سیاسی انتشار اور حکومت مغلیہ کے دورِ زوال میں شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کے مجاہدانہ کردار کو تفصیلاً بیان کیا ہے کہ مرہٹوں کے بڑھتے ہوئے غلبے کو دیکھ کر شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے سردار نجیب الدولہ سے خط کتابت کی اور اُن کو بارہا خطوط لکھے کہ اب تمام اُمت کا بار آپ پر آن پڑا ہے اور اُن کی ثابت قدمی کی دعائیں کیں۔[۱۶] اِس کے بعد احمد شاہ ابدالی کو بذریعہ نواب نجیب الدولہ اور خود بھی خطوط لکھ کر ہندوستان پر حملہ کرنے کی دعوت دی۔ جس کی وجہ سے مرہٹوں کو شکست فاش ہوئی۔ شاہ صاحب کی اِن کوششوں کو علی میاں نے ابنِ تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کی دعوتِ جہاد سے مماثل قرار دیا ہے، وہ لکھتے ہیں:

> مجدّدِین اور داعیانِ اسلام اور محققین و مصنفین میں اگر کسی کی زندگی میں یہ مماثلت نظر آتی ہے تو شیخ الاسلام ابنِ تیمیہ کی زندگی میں، جنھوں نے ۷۰۰ھ میں شام کے مسلمانوں کو خون آشام تاتاریوں کا مقابلہ کرنے کی دعوت دی اور ان کے اکھڑتے ہوئے قدم جمائے۔ پھر جب سلطان مصر محمد بن قلاوؤن نے شام آکر تاتاریوں سے جنگ کرنے کا ارادہ ملتوی کیا اور اہلِ شام میں سخت اِنتشار اور اضطراب پیدا ہوا تو وہ خود مصر گئے اور سلطان کو ملک شام کی حفاظت اور تاتاریوں سے مقابلہ پر آمادہ کیا اور سلطان کے ساتھ جہاد میں شرکت کی اور تاتاریوں کو ایسی شکست فاش ہوئی جس کی مثال ان کی گزشتہ تاریخ میں ملنی مشکل ہے۔[۱۷]

دونوں مصلحین نے اپنے اپنے موجودہ حالات کے خلاف بغاوت کا پرچم لہرادیا اور احادیث کی نشرواشاعت کے لیے اپنی پوری زندگی اور صلاحیتیں وقف کردیں۔ احادیث کے خلاف آراے باطلہ اور تاویلاتِ فاسدہ کی دھجیاں بکھیر دیں، تقلید کی بندشوں اور بندھنوں کو توڑا۔ فکرِ محدثین کے علم بردار، مشنِ محدثین کے نقیب وترجمان اور اجتہاد کا دروازہ کھلا رکھنے کے حامی، بدعات و منکرات سے نفرت کرنے والے، ائمۂ اربعۂ سے اِستفادہ

۱۶۔ تفصیلی خطوط ملاحظہ کیجیے، ندوی، مرجع سابق، ۵: ۳۰۵-۳۱۰۔

۱۷۔ ندوی، مرجع سابق، ۵: ۲۹۴۔

کے قائل، تحقیق و تنقیح کے داعی، تعلیماتِ کتاب وسنت کے مبلغ ومناد، علم وآگہی اور کتاب وسنت کے پرچارک تھے۔

دیگر کارناموں میں مماثلت

شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کے علمی کارناموں کا بغور جائزہ لیا جائے تو وہ بھی امام ابنِ تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کے علمی کارناموں سے مماثل نظر آتے ہیں، بقول مولانا ابوالحسن علی ندوی:''شاہ صاحب کا اور شیخ الاسلام حافظ ابنِ تیمیہ کا تقابلی مطالعہ اور اتفاق و اختلاف کے نقاط تلاش کرنا زیادہ مناسب ہوگا کہ دونوں اپنے علمی تبحر، علوم کتاب وسنت میں درجۂ امامت واجتہاد تک پہنچے، عمق و وسعتِ نظر، کارِ اصلاح و تجدید کے تنوع اور شخصیت کی عظمت و عبقریت میں زیادہ مماثل نظر آتے ہیں۔'' (۱۸)

مزید چند مماثلات پیش کی جاتی ہیں:

۱۔ دونوں کے اَدوار میں شیعیت کا رنگ غالب تھا اور لوگ خلفاے ثلاثہ کو بُرا بھلا کہتے، اِس سلسلے میں ابنِ تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ نے **منهاج السنة النبوية في نقض كلام الشيعة والقدرية** لکھی اور شاہ صاحب نے فارسی میں *ازالہ الخفاء عن خلافہ الخلفاء* اور *قرۃ العینین فی تفضیل الشیخین* لکھیں، ان دونوں میں خلفاے راشدین کے فضائل و مناقب کو مفصل بیان کیا گیا ہے۔

۲۔ دونوں نے تمسک بالکتابِ والسنۃ پر زور دیا اور اِس سلسلے میں قرآن کی طرف رجوع کرنے کی تلقین کی۔ فہمِ قرآن کے لیے اُصولِ تفسیر لکھے۔ امام ابنِ تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ نے **مقدمة في أصول التفسير** اور شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے **الفوز الكبير في أصول التفسير** تصنیف کی اِن دونوں کے مباحث میں بھی مماثلت ہے۔

۳۔ اختلافِ اُمّت پر بھی رسائل لکھے اور اُمّت کے اختلاف کے اسباب اور راہِ اعتدال کو پیش کیا، امام ابنِ تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ نے **رفع الملام عن أئمة الأعلام** لکھی اور شاہ صاحب نے **الإنصاف في بيان سبب الاختلاف** لکھی۔

۱۸۔ ندوی، نفسِ مرجع، ۵: ۳۹۷۔

الغرض دونوں مجتہدین و مصلحین کو کافی ملتے جلتے حالات کے ساتھ بگاڑ کا سامنا کرنا پڑا اور انھوں نے ایک ہی طریقے پر اصلاح کی اور دینِ اسلام کا احیا کیا۔

مباحثِ کتب میں مماثلت

دونوں مصلحین کی کتب کے بعض مباحث میں بھرپور مماثلت پائی جاتی ہے، اِن مباحث کے مطالعے سے واضح ہوتا ہے کہ شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کی تصانیف میں فکرِ ابنِ تیمیہ کی تاثیر ہے۔ یہاں مثال کے طور پر شاہ ولی اللہ اور ابنِ تیمیہ رحمۃ اللہ علیہم کی چند کتب کے بعض مباحث پیش کیے جاتے ہیں۔ اِن مباحث کے تقابل سے بخوبی اندازہ ہو جائے گا کہ شاہ صاحب نے فکرِ ابنِ تیمیہ سے کس حد تک اِستفادہ کیا ہے۔

منهاج السنة اور قرۃ العینین

ابن تیمیہ کی **منهاج السنة النبوية في نقض كلام الشيعة والقدرية** (عربی) اور شاہ ولی اللہ کی **قرۃ العینین فی تفضیل الشیخین** (فارسی) کے مباحث متعلقہ فضائل و خلافتِ خلفاے اَربعہ میں کافی زیادہ تطابق ہے، خصوصاً اس مسئلے میں کہ سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت نصّی تھی یا اِستنباطی؟

یوں معلوم ہوتا ہے کہ شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے **قرۃ العینین فی تفضیل الشیخین** کی مبحث خلافتِ ابو بکر میں ابنِ تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کی **منهاج السنة النبوية في نقض كلام الشيعة والقدرية** سے بھرپور اِستفادہ کیا ہے اور وہی دلائل دیے ہیں جو امام ابنِ تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ نے ذکر کیے ہیں۔ نمونے کے طور پر دو مثالیں پیش کی جارہی ہیں:

امام ابنِ تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ **منهاج السنة** میں دلیل پیش کرتے ہیں:

والدليل على إثبات ذلک بالنص إخبار من ذلک ما أسنده البخاري عن جبير بن مطعم قال: أتت امرأة إلى النبي فأمرها أن ترجع إليه قالت: أرأيت إن جئت فلم أجدک؟ كأنها تريد الموت: قال: أن لم تجديني فأتي أبابكر... قال وذلک نص على إمامته۔[۱۹]

۱۹- ابن تیمیہ، **منهاج السنة النبوية في نقض كلام الشيعة والقدرية** (مصر: المطبعة الكبرى الأميرية، ۱۳۲۱ھ)،۱: ۱۳۴۔

شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ قرۃ العینین میں یہی دلیل پیش کرتے ہیں:"ومن الدليل الواضح على ما قلنا حديث امرأة أتت النبي فسألته عن شيء فأمرها أن ترجع إليه فقالت يارسول الله ... الخ قال الشافعي في هذا الحديث دليل على أن الخليفة بعد رسول الله أبوبكر."[۲۰]

دونوں عبارتوں کا ترجمہ ایک ساتھ کیا جاتا ہے:

"خلافتِ صدیق رضی اللہ عنہ کے نصّی ہونے کی مثبت دلیل یہ حدیث بھی ہے: سیدنا جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک عورت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئی تو آپؐ نے اس کو (سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ) سے اس مسئلے میں رجوع کرنے کا حکم دیا۔ اس نے کہا: اگر میں پھر آؤں اور آپ نہ ہوں (گویا کہ وہ آپ کی موت کی طرف اشارہ کر رہی تھی) تو کس سے (مسائل پوچھنے) آؤں۔ آپ نے فرمایا: اگر تم مجھے نہ پاؤ تو ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے مسائل پوچھو۔ یہ حدیث سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ کی امامت پر نص کی حیثیت رکھتی ہے۔ شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا بھی یہی موقف ہے۔

دونوں کتب میں خلافتِ ابو بکر رضی اللہ عنہ کے متعلق بالتفصیل دلائل ذکر کیے گئے ہیں اور آخر میں ایک مضبوط دلیل یہ پیش کی گئی ہے کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا دورانِ مرض سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو حکم دینا کہ:"مُروا أبابكر فليصلّ بالناس"(ابو بکر سے کہو کہ لوگوں کو نماز پڑھائیں)۔ اس بات کی دلیل ہے کہ تمام مدت مرض کے دوران وہی نماز پڑھاتے رہے۔ لہٰذا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے وہی خلیفہ مقرر ہوئے، لیکن دونوں (ابنِ تیمیہ وشاہ ولی اللہ) نصّی واِستنباطی خلافتِ صدیقی کے متعلق اختلاف بھی ذکر کرتے ہیں اور پھر اس کے مطابق مضبوط دلائل بھی دیتے ہیں، بالآخر دونوں ایک ہی نتیجے پر پہنچتے ہیں۔

امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: "فخلافة أبي بكر الصّديق دلت النّصوص الصحيحة ... فصارت ثابتة بالنص والإجماع جميعًا لكن النص دل على رضا الله و رسوله بها وأنها حق...علم المسلمون به أنه أحقهم بالخلافة ."[۲۱] (پس خلافت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نصوص صحیحہ سے

۲۰- شاہ ولی اللہ دہلوی، **قرۃ العینین فی تفضیل الشیخین** (لاہور:المكتبة السلفية،۱۳۹۶ھ / ۱۹۷۶ء)، ۲۵۔

۲۱- ابنِ تیمیہ، **منهاج السنة**،۱:۱۴۰-۱۴۱۔

ثابت ہے... اور اس پر امت کا اجماع ہے، لیکن نصی دلیل یہ ہے کہ اللہ ، اس کا رسول ﷺ نیز مسلمان سب یہ چاہتے تھے کہ خلافت انھی کا حق ہے۔)

شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: ''پس واضح گشت کہ بنص یا تعریض کہ مثل نص بود استدلال کردند دراستخلاف وازہماں نص دانستند کہ آنحضرت ﷺ حضرت صدیق راخلیفہ ساختہ است و درین صورت ما میگوئم کہ استخلاف مسئلہ منصوص است نہ مستند باجماع.'' (۲۲) (واضح ہو گیا کہ علمانے خلافت کے مسئلے میں نص یا اشارہ النص کو۔ وہ نص ہی کی مانند ہوتی ہے۔ سے استدلال کیا ہے اور اسی نص ہی سے انھیں اس بات کا ادراک ہوا کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کو خلیفہ بنایا ہے اور اس صورت میں ہم کہتے ہیں کہ مسئلہ خلافت اجماع کے ذریعے نہیں بلکہ نص سے ثابت شدہ ہے۔)

اس سے ثابت ہوا کہ دونوں خلافتِ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے متعلق یہ موقف رکھتے ہیں کہ نصوصِ شرعیہ سے خلافتِ ابو بکر ثابت ہے، لہٰذا خلافتِ ابو بکر صدیق نصّی ہے نہ کہ اِستنباطی۔(۲۳) اس کے علاوہ **قرة العینین** اور **ازالہ الخفاء** کی مباحث متعلقہ فضائلِ شیخین میں بھی ابنِ تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کی **منهاج السنة** کی تاثیر نظر آتی ہے۔

حجة الله البالغة اور فتاویٰ ابنِ تیمیہ

شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے **حجة الله البالغة** میں مصنفاتِ ابنِ تیمیہ سے اِستفادہ کیا ہے۔ڈاکٹر محمود احمد غازی نے بھی اس کا اظہار کیا ہے:

حجة الله البالغة کے بعض ابواب اور علامہ ابنِ تیمیہ کے خیالات میں حیرت انگیز مماثلت پائی جاتی ہے۔(۲۴) اور بعض مقامات پر تو فتویٰ ابنِ تیمیہ کو بعینہٖ ذکر کیا ہے، جس سے واضح ثبوت ملتا ہے کہ شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ

۲۲- شاہ ولی اللہ، **قرة العینین**، ۲۴۴۔

۲۳- تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو: ابنِ تیمیہ، **منهاج السنة**، ۱۳۴-۴۱؛ شاہ ولی اللہ، **قرة العینین**، ۲۳۶- ۲۴۶۔

۲۴- محمود احمد غازی، "مولانا مودودی اور امام ابنِ تیمیہ"، **ترجمان القرآن (ماہ نامہ)** (لاہور: ادارہ ترجمان القرآن)، اشاعتِ خاص (سید ابو الاعلیٰ مودودی)، مئی ۲۰۰۴ء، ۲: ۲۵۹۔

کتبِ ابنِ تیمیہ سے کس قدر متاثر تھے۔ وہ **حجة الله البالغة** میں اس مسئلے میں کہ "کیا کچھ مسائل میں اختلاف ہے" سے ایک دوسرے کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟ امام ابنِ تیمیہ ﷫ کا ہی موقف اپناتے ہیں کہ ائمہ اسلام اختلافی مسائل کے باوجود ایک دوسرے کے مذہب کے خلاف قول کو قبول کرتے تھے، نیز ایک دوسرے کے پیچھے نماز بھی پڑھ لیا کرتے تھے۔ یہاں دونوں عبارتیں درج کی جاتی ہیں تاکہ واضح ہو جائے کہ شاہ صاحب ﷫ اپنے موقف کی دلیل میں ابنِ تیمیہ ﷫ کے قول کو پیش کر رہے ہیں۔

شاہ ولی اللہ ﷫ اس سلسلے میں لکھتے ہیں:

وقد كان في الصحابة والتابعين و من بعدهم من يقرأ البسملة، ومنهم من لا يقرؤها ، ومنهم من يجهر بها، ومنهم من لا يجهر بها وكان منهم من يقنت في الفجر، ومنهم من لا يقنت في الفجر، ومنهم من يتوضا من الحجامة والرعاف والقييء، ومنهم من لا يتوضأ من ذلک، ومنهم من يتوضأ من مس الذكر و مس النساء بشهوة، ومنهم من لا يتوضأ من ذلک، ومنهم من يتوضأ مما مسته النار، ومنهم من لا يتوضأ من ذلک، ومنهم من يتوضأ من أكل لحوم الإبل، ومنهم من لا يتوضأ من ذلک. ومع هذا فكان بعضهم يصلي خلف بعض مثل ما كان أبوحنيفة أو أصحابه والشافعي وغيرهم رضي الله عنهم. يصلون خلف أئمة المدينة من المالكية وغيرهم وإن كانوا لا يقرءون البسملة لا سرا ولا جهرا، وصلى الرشيد إماما وقد احتجم، فصلى الإمام أبويوسف خلفه ولم يعد، وكان الإمام أحمد بن حنبل يرى الوضوء من الرعاف والحجامة فقيل له: فإن كان الإمام قد خرج منه الدم، ولم يتوضأ هل تصلي خلفه؟ فقال: كيف لا أصلي خلف الإمام مالک وسعيد بن المسيب.[۲۵]

امام ابن تیمیہ ﷫ کے فتوے کی عبارت یہ ہے:

وقد كان الصحابة والتابعون من بعدهم: منهم من يقرأ البسملة ومنهم من لا يقرؤها ومنهم من يجهر بها، ومنهم من لا يجهر بها، وكان منهم من يقنت في الفجر و منهم من لا يقنت، ومنهم من يتوضأ من الحجامة والرعاف والقي، ومنهم من لا يتوضأ من ذلک ومنهم من يتوضأ من مس الذكر ومس النساء بشهوة، ومنهم من لا يتوضأ من ذلک، ومنهم من يتوضأ من القهقهة في صلاته، ومنهم من لا يتوضأ من ذلک ومنهم من يتوضأ من أكل لحم الإبل، ومنهم من لا

۲۵- شاہ ولی اللہ دہلوی، **حجة الله البالغة** (مصر: منيريه)، ۱: ۱۵۹۔

يتوضأ من ذلک ومع هذا فکان بعضهم يصلي خلف بعض. مثل ما کان أبوحنيفة وأصحابه والشافعي وغيرهم يصلون خلف أئمة أهل المدينة من المالکية، وإن کانوا لايقرؤن البسملة لا سِرًّا ولاجهرًا وصلّى أبويوسف خلف الرشيد وقد احتجم وأفتاه مالک بأنه لا يتوضأ فصلى خلفه أبويوسف ولم يعد. وکان أحمد بن حنبل يرى الوضوء من الحجامة والرعاف فقيل له: فإن کان الإمام قد خرج منه الدم ولم يتوضأ تصلی خلفه ؟ فقال: کيف لا اصلی خلف سعيد بن المسيب ومالک.[۲۶]

دونوں عبارتیں چوں کہ ایک جیسی ہیں اس لیے ان کا ترجمہ ایک ساتھ کیا جاتا ہے:

زمانۂ صحابہؓ اور تابعین اور ان کے مابعد زمانے میں بعض لوگ بسم اللہ پڑھتے تھے، بعض نہیں پڑھتے تھے۔ بعض لوگ اس کو جہر سے پڑھتے، بعض اس میں جہر نہیں کرتے تھے۔ ان میں سے بعض نماز فجر میں دعاے قنوت پڑھتے تھے، بعض نہیں پڑھتے تھے۔ بعض نکسیر اور پچھنے اور قے کے بعد وضو کیا کرتے تھے، بعض نہیں کیا کرتے تھے۔ بعض لوگ آلۂ تناسل کے چھونے اور عورتوں کو شہوت سے مس کرنے سے وضو کرتے تھے۔ بعض نہیں کرتے تھے، بعض لوگ ان اشیا کے تناول سے جن کو آگ لگی ہو، وضو کیا کرتے تھے، بعض نہیں کرتے تھے۔ بعض لوگ اونٹوں کے گوشت کھانے سے وضو کرتے تھے، بعض نہیں کرتے تھے۔ باوجود ان سب امور کے ہر شخص دوسرے کے پیچھے نماز پڑھ لیا کرتا تھا۔ مثلاً امام ابو حنیفہ اور ان کے شاگرد اور امام شافعی وغیرہم مدینہ کے مالکی المذہب ائمہ کے پیچھے نماز میں اقتدا کرتے تھے، حالاں کہ وہ بسم اللہ کو نہ آہستہ پڑھتے تھے نہ آواز سے۔ خلیفہ ہارون الرشید نے ایک بار پچھنے لگا کر نماز پڑھائی اور امام ابو یوسف نے ان کے پیچھے نماز پڑھی۔ اور نماز کا اعادہ نہیں کیا۔ امام مالک نے ان کو فتویٰ دیا تھا کہ پچھنے سے وضو کی ضرورت نہیں ہے۔ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب تھا کہ نکسیر اور پچھنے سے وضو کرنا چاہیے۔ لوگوں نے ان سے دریافت کیا کہ اگر امام کے بدن سے خون خارج ہو تو آپ اس کے پیچھے نماز پڑھیں گے؟ انھوں نے کہا کہ میں امام مالک اور سعید بن المسیب رحمہا اللہ کے پیچھے کیسے نماز نہ پڑھوں گا!

رفع الملام اور الإنصاف

فکرِ ابنِ تیمیہ کی جھلک شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کی تصانیف میں جابجا نظر آتی ہے۔ اگر شاہ صاحب کی کتاب **الإنصاف في بيان سبب الاختلاف** کا تقابل **رفع الملام عن أئمة الأعلام** از ابنِ تیمیہ سے کیا جائے

۲۶- ابن تیمیہ، **مجموع الفتاوی**، عبدالرحمن بن محمد بن قاسم وساعدہ ابنہ، جمع وترتیب (سعودی عرب: مجمع الملك فهد وزارة الشوؤن الإسلامية والأوقاف والدعوة، ۱۴۲۵ھ/۲۰۰۴ء)، ۲۳: ۳۷۴-۳۷۵۔

تو واضح ہو گا کہ دونوں کتب کا موضوع اختلاف اُمت کے اسباب اور راہِ اعتدال ہے۔ کچھ مباحث مماثل ہیں۔ دونوں میں عہدِ صحابہ و مابعد کو زیرِ بحث لایا گیا ہے۔ دونوں میں ابتداءً یہ موقف اختیار کیا گیا ہے کہ جب حدیث رسول ﷺ سے دلیل مل جائے تو سر تسلیم خم کر دینا ضروری ہو جاتا ہے اور یہی تعامل صحابہ سے ثابت ہے، کہ دلیل آجانے کی صورت میں اختلافِ رائے نہیں ہو گا۔ اس کی مثال دونوں نے ایک ہی ذکر کی ہے کہ جب سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ کے سامنے "دادی کی وراثت" کا مسئلہ پیش آیا تو اُنھوں نے کہا کہ مجھے اس کے متعلق رسول اللہ ﷺ کا قول معلوم نہیں، تو سیدنا مغیرہ بن شعبہ رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے دادی کا چھٹا حصہ مقرر کیا ہے تو محمد بن مسلمہ رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی تصدیق کی۔[۲۷]

نیز صحابہ کے اختلاف کے بارے میں دونوں نے ایک جیسی ہی مثالیں دی ہیں۔ مثلاً مسئلہ استیذان میں سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے اپنا موقف بدلا، مجوسی کا جزیہ اور سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کا موقف اور وبا والی جگہ میں جانے کے بارے میں صحابہؓ کا سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کو طاعون کی وجہ سے شام جانے سے منع کرنا؛ یعنی دونوں نے ایک ہی طرح کی مثالوں سے واضح کیا ہے کہ عہدِ صحابہ میں جب حدیث نبوی سے دلیل مل جاتی تو اختلافِ رائے نہ ہوتا۔ دونوں نے جو اسبابِ اختلاف بیان کیے ہیں وہ بھی تقریباً ایک جیسے ہیں۔[۲۸]

اقتضاء الصراط المستقیم اور البلاغ المبین

شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب **البلاغ المبين في أحكام رب العالمين و اتباع خاتم النبيين**[۲۹] جو کہ فارسی زبان میں ہے، کا موضوع "مسئلہ زیارت قبور" ہے۔ اس میں اُنھوں نے واضح کیا ہے کہ مسلمان آج توحید سے کس قدر دور اور شرک و بدعت سے کس قدر قریب ہو گئے ہیں۔ جو مسائل اہلِ بدعت کے لیے آج مایۂ ناز بنے

۲۷- شاہ ولی اللہ دہلوی، **الإنصاف في بيان سبب الاختلاف**، تحقیق: عبدالفتاح ابوغدۃ (بیروت: دارالنفائس، ۱۳۹۷ھ/ ۱۹۷۷ء)، ۱۸- ۱۹؛ ابن تیمیہ، **رفع الملام عن الأئمة الأعلام**، تحقیق: عبداللہ بن ابراہیم انصاری (بیروت: المكتبة العصرية)، ۱۲۔

۲۸- ابنِ تیمیہ، **رفع الملام**، ۱۲- ۱۳؛ شاہ ولی اللہ، **الإنصاف**، ۱۹-۲۱۔

۲۹- کچھ لوگ اس کو شاہ ولی اللہ کی تصنیف تسلیم کرنے سے انکار کرتے ہیں جب کہ مولانا عطاء اللہ حنیف نے اس پر خاصا تبصرہ کیا ہے اور اسے شاہ ولی اللہ کی تصنیف قرار دیا ہے۔ (دیکھیے: شاہ ولی اللہ، **مقدمہ**، إتحاف النبيه فيما يحتاج إليه المحدث والفقيه، مقدمہ از (لاہور: المكتبة السلفیہ، ۱۳۸۹ھ/ ۱۹۶۹ء)۔)

ہوئے ہیں وہ کس قدر گم راہ کن ہیں اور جو رسوم اہلِ جمود وبدعات کے نزدیک عبادت کا درجہ رکھتی ہیں، وہ کس قدر شرک سے مملو ہیں۔ اس کتاب کو پڑھ کر بخوبی اندازہ ہو جاتا ہے کہ شاہ صاحب نے اپنے عہد کے شرک کو کس طرح جڑ سے اُکھاڑ پھینکا ہے اور کتاب لکھنے کا مقصد وہ اپنی کتاب کی ابتدا میں بیان کرتے ہیں: "اس میں آیاتِ کلام الٰہی واحادیثِ صحیحہ رسول ﷺ، آثارِ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور اخبارِ اولیاے عظام رحمۃ اللہ علیہم کو اس اُمید پر درج کیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے حبیب کی اُمت پر رحمت فرمائے اور اس فتنے کو دور فرمائے جو ہندو مشرکوں کے ساتھ میل جول سے ہم میں صرف پیدا ہی نہیں بلکہ پھیل بھی گیا ہے۔" (۳۰)

اس کتاب کا اگر جائزہ لیا جائے تو اس میں فکرِ ابنِ تیمیہ جابجا دکھائی دے گی، بلکہ مسئلہ زیارتِ قبور میں تو ابنِ تیمیہ اور ابنِ قیم رحمۃ اللہ علیہم کی کتب کے حوالے نظر آتے ہیں۔ چند امثلہ پیش کی جاتی ہیں:

- حدیثِ ابی الہیاج اسدی کے ضمن میں شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے تو امام ابنِ تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کا نظریہ، پورے دو صفحات پر نقل کیا ہے اور قبر کو سجدہ گاہ بنانے کے متعلق امام ابنِ تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کا قول امام ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب **إغاثة اللهفان** کے حوالے سے نقل کیا ہے۔ (۳۱)
- "اسلام اور قبر پرستی" کے عنوان کے تحت شاہ صاحب پھر حافظ ابنِ قیم کا قول نقل کرتے ہیں اور **إغاثة اللهفان** کا حوالہ بھی دیتے ہیں۔ (۳۲) اس کے علاوہ بھی ابنِ قیم کے اقوال ذکر کیے گئے ہیں۔ (۳۳)
- شاہ صاحب نے مسئلۂ زیارتِ قبر، اسلام اور قبر پرستی، قبر پرستوں کا غلو، لَا تَجْعَلُوْا قَبْرِیْ عِیْدًا، انبیا اور اَولیا سے مدد چاہنا، زیارتِ قبور کا مسنون طریقہ اور زیارتِ قبرِ نبوی ایسے مسائل میں ابنِ تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کی فکر کو اپنایا ہے اور **اقتضاء الصراط المستقیم** از ابنِ تیمیہ کا خلاصہ پیش کیا ہے۔ (۳۴)

۳۰- شاہ ولی اللہ دہلوی، **البلاغ المبین في أحکام رب العالمین واتباع خاتم النبیین**، محمد علی مظفری (مترجم) (لاہور: قرآن آسان تحریک، ۲۰۰۲ء)، ۱۷۔

۳۱- نفس مصدر، ۴۸- ۵۰۔

۳۲- نفس مصدر، ۵۰-۵۱۔

۳۳- نفس مصدر، ۵۵۔

۳۴- ابن تیمیہ، **اقتضاء الصراط المستقیم في مخالفة أصحاب الجحیم** (قاہرہ: مطبعة السنة المحمدیة)، ۲۹۲- ۴۳۹ ؛ شاہ ولی اللہ، **البلاغ المبین**، ۱۷-۶۴۔

بلکہ کئی مقامات پر تو باحوالہ عبارتیں ذکر کی ہیں، مثلاً:

- "بت پرستوں اور قبر پرستوں میں مشابہت" کے عنوان کے تحت بت پرست مشرکوں اور قبر پرستوں کے مابین مماثلت کو شمار کرواتے ہوئے نمبر ۶ پر "آتش پرستوں اور بت پرستوں کی یہ بھی عادت ہے کہ سال میں ایک دن بتوں کی عید مناتے ہیں"[۳۵] کا عنوان باندھنے کے بعد ابنِ تیمیہ کی کتاب **اقتضاء الصراط المستقیم** سے مسلسل اقتباسات نقل فرماتے ہیں اور خود ابنِ تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کے موقف کی تائید بھی کرتے ہیں۔ تقریباً پانچ صفحات ابنِ تیمیہ کی **اقتضاء الصراط المستقیم** سے نقل کرتے ہیں۔

یہاں ابنِ تیمیہ کے نام کی بجائے لقب سے مخاطب کر کے لکھتے ہیں: "علامہ ابوالعباس رحمہ اللہ مفتی شام جو اپنے زمانے میں حجت الاسلام کے لقب سے مشہور تھے اپنی تصنیف **صراط مستقیم** میں زیرِ حدیث "من تشبّہ بقوم فھو منھم" لکھتے ہیں کہ مشرکین کے ساتھ ہر قسم کا تشبّہ ممنوع ہے۔"[۳۶]

پھر "مسئلہ تحریم تشبیہ بالکفار در اعیاد و رسوم و عادات" کے تحت مختلف قسم کی رسومات کو کفار کے عمل کے مشابہ قرار دیا ہے اور ان عناوین کے تحت تمام عبارات **اقتضاء الصراط المستقیم** کی ہیں۔[۳۷] قبروں پہ جا کر حاجات مانگنے اور نذر ماننے کے متعلق شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے **التفہیمات الالٰھیۃ** میں تو بہت سخت موقف اپنایا ہے اور اس کو زنا اور قتل سے بڑا گناہ شمار کیا ہے، فرماتے ہیں: "من ذهب إلى بلدة أجمير أو إلى قبر سالار مسعود غازى أو ماضاهاها لأجل حاجة يطلبها فإنه أثم إثمًا كبيرًا من القتل والزنا، ليس مثله إلا من كان يعبد المصنوعات أو مثل من كان يدعو اللات والعزىٰ."[۳۸] (جو شخص اجمیر یا سالار مسعود غازی کی قبر پر جا کر اپنی حاجت کے لیے مانگے تو یہ قتل اور زنا سے بڑھ کر کبیرہ گناہ ہے، اور ایسا کرنا غیر اللہ اور لات و عزیٰ کو پکارنے کے زمرے میں شمار ہو گا۔)

۳۵۔ شاہ ولی اللہ، **البلاغ المبین**، ۱۰۳-۱۰۴؛ ابنِ تیمیہ، **اقتضاء**، ۱۸۱۔

۳۶۔ شاہ ولی اللہ، نفسِ مصدر، ۱۰۲۔

۳۷۔ شاہ ولی اللہ، نفسِ مصدر، ۱۰۳- ۱۰۴؛ ابنِ تیمیہ، **اقتضاء**، ۱۱۶، ۲۱۴، ۳۱۲، ۳۱۴، ۳۱۵، ۳۱۶۔

۳۸۔ شاہ ولی اللہ، **التفہیمات الإلٰھیہ**، (حیدر آباد: لجبت روڈ، ۱۳۸۷ھ / ۱۹۶۷ء)، ۲: ۴۵۔

اس سے معلوم ہوا کہ شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک مسئلہ زیارتِ قبور کے سلسلے میں اہلِ قبور سے حاجت طلب کرنا اور نذر و نیاز ماننا قطعاً جائز نہیں بلکہ گناہِ عظیم ہے۔ اس مسئلے میں شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کا موقف امام ابنِ تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کے موقف کی طرح بڑا واضح اور دوٹوک ہے، نیز یہ کہ مذکورہ مسئلے میں شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کا کتب ابنِ تیمیہ سے اِستنباط کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ شاہ صاحب نے ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کی فکر کے اثرات قبول کیے ہیں۔

امام ابنِ تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کے نظریات

شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کی نظر میں امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کی عظمت اور اُن کے نظریات سے موافقت کا بخوبی اندازہ اُن کے ایک مکتوب سے لگایا جا سکتا ہے جو اُنھوں نے اپنے شاگردِ رشید مخدوم محمد معین بن محمد امین سندھی مصنف **دراسات اللبیب في الأسوة الحسنة بالحبیب** کے مکتوب کے جواب میں لکھا۔ اُنھوں نے امام ابنِ تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کے نظریات کے متعلق استفسار کیا تھا۔ سب سے پہلے شاہ صاحب امام ابنِ تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کی شخصیت کے متعلق اپنی رائے بیان کرتے ہیں اور پھر ایک ایک کرکے ہر سوال کا جواب دیتے ہیں اور قابلِ ذکر بات یہ ہے کہ وہ امام ابنِ تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کے اَفکار و نظریات کا دفاع کرتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کا یہ مکتوب جو کہ پانچ سے کچھ زائد صفحات پر مشتمل ہے، یہاں اس سے چند اقتباسات پیش کیے جاتے ہیں۔[۳۹]

خط کے شروع میں شاہ صاحب لکھتے ہیں: کہ آپ (مولانا معین سندھی) نے مجھ سے ابنِ تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کے نظریات کے متعلق سوال کیا ہے تو اس سلسلے میں میرا عقیدہ یہ ہے اور میں چاہتا ہوں کہ تمام مسلمانوں کا یہی عقیدہ ہونا چاہیے کہ علماے اہلِ سنت کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ قول ضرور مد نظر رکھیں کہ: "یحمل ھذا الدین من کل طبقة عدوله." (اس دین کو اللہ تعالیٰ نے اسی طبقہ کے ذریعے محفوظ فرمایا جو اس کا حق دار تھا) لہٰذا اس سلسلے میں کسی کے متعلق کچھ اعتراض کرنے سے قبل یہ ضرور دیکھ لینا چاہیے کہ کیا جو کچھ وہ کہہ رہا ہے وہ کتاب و سنت اور اجماعِ اُمّت کے مخالف ہے یا مطابق؟ یعنی معیار کتاب و سنت ہی ہے۔

امام ابنِ تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کی تحسین:

اس کے بعد شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ ابنِ عربی رحمۃ اللہ علیہ اور مجدّدِ الفِ ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں اپنی رائے بیان کرنے کے بعد امام ابنِ تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کی شخصیت پر تعریفی کلمات میں تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

۳۹۔ یہ مکتوب مولانا عطاء اللہ حنیف بھوجیانی نے المکتبۃ السلفیہ، لاہور سے **مکتوبات شاہ ولی اللہ** (فارسی) کے عنوان سے کتابی شکل میں تحقیق و تعلیق کے ساتھ ۱۹۸۳ء میں شائع کیا۔

وکذلک ابن تیمیة. فإنا قد تحققنا من حاله أنه عالم بکتاب الله و معانیه اللغویة والشرعیة وحافظ لسنة رسول الله و آثار السلف، عارف بمعانیها اللغویة والشرعیة، أستاذ في النحو واللغة، محرر لمذهب الحنابلة فروعه وأصوله، فائق في الذکاء، ذولسان وبلاغة في الذب عن عقیدة أهل السنة لم یؤثر عنه فسق ولا بدعة اللهم إلا هذه الأمور التي ضیق علیه لأجلها. ولیس شيء منها إلا و معه دلیله من الکتاب والسنة وآثار السلف ومن یطیق أن یلحق شأوه في تحریره وتقریره.

یہی حال ابنِ تیمیہ کا ہے۔ میں نے ان کے حالات کی خوب تحقیق کی ہے۔ وہ قرآن کے لغوی اور شرعی معانی کے ماہر، حدیث و سنت کے حافظ، آثارِ سلف کے عالم۔ ان سب کے شرعی اور لغوی معانی پر گہری نگاہ رکھنے والے، نحو و لغت کے اُستاد، حنبلی مسلک کے فروع واُصول کے محقق، اعلیٰ درجے کے ذہین اور نہایت ادیبانہ قابلیت سے اہلِ سنّت کے عقائد پر حملوں کو روکنے والے ہیں۔ ان سے فسق وبدعت کی کوئی بات منقول نہیں ہے... زیادہ سے زیادہ چند باتیں تھیں جن کی بنا پر اُن کو خواہ مخواہ تنگ کیا گیا۔ حالاں کہ اُن کے نظریات و مسائل میں کوئی نظریہ ایسا نہیں ہے جس کے لیے کتاب و سنّت اور سلفِ اُمت سے کوئی دلیل نہ ہو۔ اس قسم کا اہلِ علم کوئی خاص ہی ہوتا ہے۔ کون ہے جو تحریر و تقریر میں اُن کے مقام تک پہنچ سکے!

معترضینِ ابنِ تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ پر تنقید

شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ امام ابنِ تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کے معترضین و مخالفین کے علمی مقام پر تنقید کرتے ہوئے فرماتے ہیں:"والذین ضیقوا علیه ما بلغوا معشار ما آتاه الله تعالٰی، وإن کان تضییقهم ذلک ناشئا من اجتهاد." (جن لوگوں نے ان کو خواہ مخواہ تنگ کیا ہے ان کو ان فضائل کا عشر عشیر بھی نہ ملا جو امام کو حق تعالیٰ نے مرحمت فرمائے، اگرچہ ان حضرات کی طرف سے تنگی کا معاملہ کرنا اجتہاد کی بنیاد پر تھا۔)

اس کے بعد علما کے اختلاف کے متعلق ایک سنہری اُصول ذکر کرتے ہیں جو آپس میں اِختلاف کرنے یا علمائے اُمّت پر اعتراض کرنے والوں کے لیے بہترین نصیحت ہے، فرماتے ہیں:"ومشاجرة العلماء في مثل ذلک ما هي إلا کمشاجرة الصحابة فیما بینهم والواجب في ذلک کف اللسان إلا بخیر." (ایسے مسائل میں علما کے اختلافات صحابہ کے آپس کے اختلافات کی حیثیت رکھتے ہیں۔ ان میں مناسب طریقے سے دخل دینا ہو تو دینا چاہیے، ورنہ زبان کو بند رکھنا ضروری ہے۔)

اعتراضات کا رد اور ابنِ تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کا دفاع

پھر شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ لوگوں کی طرف سے ابنِ تیمیہ پر کیے گئے اعتراضات اور ان پر لگائے گئے الزامات کا ذکر کر کے اُن کے نظریات کا دفاع کرتے ہیں اور اس کے متعلق اپنا نقطۂ نظر بھی بتاتے ہیں:

اعتراض نمبر ا: ابنِ تیمیہ اللہ تعالیٰ کے عرش پر ہونے کے قائل ہیں اور اس سے جہتِ فوق ثابت ہوتی ہے۔

جواب: شاہ صاحب جواب دیتے ہیں:

والحق أن الله أثبت لنفسه جهة الفوق و أن الأحاديث متظاهرة على ذلک.

حقیقت بھی یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے خود اپنے لیے جہت فوق ثابت فرمائی ہے اور اس سلسلے میں بہت ساری احادیث موجود ہیں۔

عقل کی بنیاد پر یہ کہنا کہ چوں کہ اس موضوع پر نصوصِ قرآن وحدیث کے ظاہری معنوں سے یہ اور یہ خرابیاں پیدا ہوتی ہیں، لہٰذا ان ظواہر کی تاویل ضروری ہے اور جو تاویل نہ کرے اس کے ایمان میں خرابی آجاتی ہے؛ اس کے متعلق شاہ صاحب خوب صراحت فرماتے ہیں جس سے ہر قسم کا ذہنی الجھاؤ دور ہو جاتا ہے۔"والحق فيه أنه لم يثبت في حديث صحيح أو ضعيف أنه يجب تأويله ولا أنه لايجوز استعمال مثل تلک العبارات من الأمة." (صحیح بات یہ ہے کہ کسی صحیح یا ضعیف حدیث سے یہ ثابت نہیں ہے کہ ان نصوص کی تاویل ضروری ہے اور نہ یہ صحیح ہے کہ ان صفات کا حق تعالیٰ پر اطلاق ناجائز ہے۔)

اس کے بعد اپنے استاد ابو طاہر مدنی[۴۰] سے ان کے باپ کے واسطے سے حافظ ابنِ حجر عسقلانی کا قول بیان کرتے ہیں:"لم ينقل على النبيﷺ ولا عن الصحابة من طريق صحيح التصريح بوجوب تأويل شيء من ذلک...فقد خالف سبيلهم." [۴۱] (نبی اکرم ﷺ اور صحابہؓ سے کسی بھی صحیح حدیث سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ اس قسم کی نصوص کی

۴۰- جن کی وساطت سے شاہ صاحب کو فکرِ ابنِ تیمیہ سے واقفیت حاصل ہوئی۔

۴۱- احمد بن علی ابن حجر العسقلانی، **فتح الباري شرح صحيح البخاري** (بیروت: دار المعرفة،۱۳۷۹ھ)،۱۳: ۳۹۰۔

تاویل ضروری ہے، بلکہ اس کو لیس کمثلہ شيء (اللہ جیسی کوئی چیز نہیں) کے پیشِ نظر ہی ذہن میں رکھنا چاہیے۔ اس کے باجود کوئی مخالفت کرے تو اس کا راستہ چھوڑ دو۔

پھر دلیل کے طور پر ابو الحسن اشعری کا قول ذکر کرتے ہیں کہ ان کا بھی عقیدہ تھا۔ وہ فرمایا کرتے تھے:"إني على مذهب أحمد في مسئلة الصفات أن الله تعالٰى فوق العرش."

(میں مسئلہ صفاتِ الٰہیہ میں امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کے مذہب پر ہوں کہ اللہ تعالٰی عرش پر ہے۔) شاہ صاحب کے مذکورہ دلائل سے ثابت ہوتا ہے کہ اُنھوں نے مسئلہ صفاتِ الٰہیہ میں ابنِ تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کے موقف کی پوری پوری تائید کی ہے۔

مولانا ابو الحسن علی ندوی رحمۃ اللہ علیہ مسئلہ اسما و صفات میں شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کے ابنِ تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کے موقف کی تائید اور دفاع کرنے پر تبصرہ کرتے ہیں کہ (شاہ ولی اللہ کو) اسما و صفات کے بارے میں سلف کے مسلک کی تائید، فلاسفہ متکلمین سے (جنھوں نے دوراز کار تاویلات سے کام لیا اور ان کے اقوال صفات کے بارے میں وہ تعطیل و نفی صفات کے حدود کو چھوتے ہوئے بعض اوقات نظر آتے ہیں) عدم مناسبت اور حدیث و سنت کی محبت و تعظیم نے ان کو شیخ الاسلام ابنِ تیمیہ کی طرف سے دفاع اور اُن کی جلالتِ شان کے اعتراف پر آمادہ کیا، جن کی ذات ان آخری صدیوں میں بڑی متنازع فیہ بلکہ مطاعن اور شبہات کا ہدف بن گئی تھی۔ شاہ صاحب نے بڑے بلند الفاظ میں ان کی تعریف فرمائی اور ان کی طرف سے دفاع کیا۔[۴۲]

اعتراض نمبر ۳: ابنِ تیمیہ قطب، غوث اور حیاتِ خضر کا انکار کرتے ہیں۔

جواب: وحق له ذلک، یعنی ان (ابنِ تیمیہ) کو اس انکار کا حق پہنچتا ہے، کیوں؟ اس کا خود ہی جواب دیتے ہیں:

اور جہاں تک اِس سوال کا تعلق ہے کہ بڑے بڑے صوفیۂ کرام ان چیزوں کے کیوں قائل رہے؟ تو اس بارے میں فرماتے ہیں:"ومن أثبت من الصوفية فإنه لم يثبت عن كتاب وسنة

۴۲- ندوی، **تاریخ دعوت وعزیمت**،۵: ۱۶۷- ۱۶۸۔

اللهم إلا الكشف." (ان صوفیہ کے دعووں کی بنیاد بھی زیادہ سے زیادہ کشف پر ہی ہے، کتاب وسنت سے تو ان کا کوئی ثبوت نہیں۔)

جب کہ ابنِ تیمیہ کے اس مسئلے کے متعلق موقف (۴۳) کی جو مجھے سمجھ آئی وہ یہ ہے کہ اُن کے پاس اس کے رد میں یہ دلیل موجود ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "من أحدث في أمرنا هذا ما ليس فيه فهو رد." (۴۴) (جو شخص شریعت میں کوئی نیا کام کرے جو میں نے نہیں کیا تو وہ قابلِ تردید ہے۔) اس کے بعد شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ اس انکار کرنے کی وجہ سے ابنِ تیمیہ پر کفر وفسق کا فتویٰ نہیں لگانا چاہیے۔

اعتراض نمبر ۴: ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ نے (نعوذ باللہ) سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی گستاخی وبے ادبی میں لکھا ہے۔

جواب: شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ اس کا جواب شروع کرنے سے پہلے فرماتے ہیں: "حاشاه من ذلک" (یعنی اس سے اللہ کی پناہ!)، یہ تو ابنِ تیمیہ پر سراسر الزام ہے۔ پھر جواب دیتے ہیں کہ اس مسئلے کے متعلق میں نے ابنِ تیمیہ کے موقف کا خوب مطالعہ کیا ہے۔ (۴۵) اُنھوں نے تو سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے منقول خلفاے ثلاثہ (سیدنا ابو بکر، سیدنا عمر، سیدنا عثمان رضی اللہ عنہم) کی فضیلت میں اقوال کو بیان کیا ہے تاکہ شیعہ حضرات جو اِن خلفا پر طعن و تشنیع کرتے ہیں اُن کا جواب سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی زبانی مل جائے۔ اس سے ابنِ تیمیہ یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ شیعہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو جو پیشوا مانتے ہیں اور باقی خلفا پر زبان درازی کرتے ہیں، کیوں نہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے اپنے اقوال پیش کر کے خلفاے ثلاثہ کے

۴۳۔ امام ابنِ تیمیہ کا موقف ملاحظہ ہو، **مجموع فتاویٰ ابن تیمیة** (سعودی عرب: مجمع الملك فهد بن عبدالعزيز)، ۱۱: ۴۳۳۔ ۴۴۰۔

۴۴۔ ابوداؤد سلیمان بن اشعث السجستانی، **سنن أبي داؤد**، كتاب السنة، باب في لزوم السنة (رياض: دارالسلام، ۱۹۹۹ء)، رقم: ۴۶۰۶۔

۴۵۔ ابن تیمیہ کی کتاب **منهاج السنة النبوية في نقض كلام الشيعة والقدرية** اس موضوع پر ہے، شاہ صاحب کے اس فرمان قد طالعت كلامه (میں نے اس مسئلہ میں ابن تیمیہ کے موقف کا خوب مطالعہ کیا ہے۔) سے معلوم ہوتا ہے کہ شاہ صاحب نے منهاج السنة سے استفادہ کیا تھا جب کہ ان کے خلافتِ صدیقی کے بارے میں موقف سے بھی ظاہر ہوتا ہے۔

متعلق فضائل و مناقب ذکر کیے جائیں تاکہ شیعہ بھی مان لیں۔ شاہ صاحب اس کو ابنِ تیمیہ کا کمال عظمت سمجھتے ہیں۔ "وهذا من كمال علمه وقوة مناظرته ومن الاعتراف بفضل سيدنا علي" (یہ تو سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی فضیلت میں اضافہ کرنا ہے نہ کہ کمی! اور ابنِ تیمیہ کا ایسا کرنا اُن کی کمال ذہانت پر دلالت کرتا ہے)۔

اس کے بعد شاہ صاحب اپنی رائے دیتے ہیں:"فقام هذا الشيخ يثبت للخلفاء الثلاثة مثل ما أثبتوا لسيدنا علي أو أفضل منه وليس في التفضيل إساءة أدب. فإن التفضيل مذهب أهل السنة أجمع،حاشاهم أن يسيئوا الأدب معه رضي الله تعالى عنه." (ابنِ تیمیہ خلفاے ثلاثہ کی عظمت وفضیلت ثابت کرنا چاہتے ہیں، جیسا کہ شیعہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی اور یہ سوے ادب نہیں، کیوں کہ تفضیل (شرعاً کسی کو کسی پر فضیلت دینا) کے تمام اہلِ سنّت قائل ہیں، جس کو شیعہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کا سوے ادب کہہ رہے ہیں، یہ تو الزام ہے۔)

اعتراض نمبر ۵: ابنِ تیمیہ آیاتِ طہارت کی تفسیر میں تشریعی ارادہ مراد لیتے ہیں نہ کہ تکوینی ارادہ۔[۴۶]

جواب: جہاں تک اس مسئلے کا تعلق ہے تو یہ صحیح ہے اور اس کی دلیل میں قرآنی نصوص موجود ہیں مثلاً:

﴿يُرِيْدُ اللّٰهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيْدُ بِكُمُ الْعُسْرَ﴾[۴۷] (اللہ تعالیٰ تم سے آسانی کا اِرادہ رکھتے ہیں نہ کہ مشکل کا۔)

﴿وَاللّٰهُ يُرِيْدُ اَنْ يَّتُوْبَ عَلَيْكُمْ﴾[۴۸] (اللہ تعالیٰ چاہتے ہیں کہ تمھیں معاف کر دیں۔)

ابنِ تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ پر کیے جانے والے اِن پانچوں اعتراضات کا بڑی خوش اُسلوبی سے جواب دینے کے بعد آخر میں شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: "وبعد فإني أذكر الله عزوجل كل مسلم في هذه المسئلة وأمثالها، الله! الله! أن يسب أحد من المسلمين عالما مجتهدا في أمثال هذه." (میں اللہ تعالیٰ کو

۴۶- ابنِ تیمیہ، **منهاج السنة**،۴: ۲۰۔

۴۷- القرآن۲: ۱۸۵۔

۴۸- القرآن ۴: ۲۷۔

پکارتا ہوں، ہر ایسے مسلم شخص کے بارے میں جو اِن مسائل میں اُن (ابنِ تیمیہ) سے اختلاف کرتا ہے، اللہ ! یہ کیسے مسلمان ہیں جو ایک عالم و مجتہد کو بُرا بھلا کہتے ہیں۔)

اس مکتوب کے مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کی نظر امام ابنِ تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کی تصانیف پر بہت گہری تھی، کیوں کہ اُنھوں نے کتبِ ابنِ تیمیہ کو خوب پڑھا، تبھی تو اُن کے نظریات و مسائل کو اچھی طرح جانچا ہے؛ حتیٰ کہ ان کے معترضین کو بھی پرکھا اور خود ابنِ تیمیہ کے افکار و نظریات کی تائید کی اور اُن کا دفاع کیا۔

خلاصۂ کلام

مذکورہ بالا بحث سے ثابت ہوا کہ معروف علمائے برصغیر میں سے افکارِ ابنِ تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کو سب سے پہلے شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اختیار کیا اور اپنی تصانیف کے ذریعے اس فکر کی ترویج کی، اس لیے کہا جا سکتا ہے کہ برصغیر میں سب سے پہلے فکرِ ابنِ تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ سے اِستفادہ کرکے اس کی ترویج کرنے والے عالمِ دین شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ مولانا غلام رسول مہر نے بھی اس کا اظہار کیا ہے کہ "غالباً شاہ ولی اللہ نے سب سے پہلے ابنِ تیمیہ کے کمالات کا اعتراف کیا۔"(۴۹)

شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ بذاتہ ایک مفسر، محدث، مجتہد اور عبقری تھے۔ اُنھوں نے فکرِ ابنِ تیمیہ سے اِستفادہ تو کیا، لیکن منہجِ ابنِ تیمیہ کو کلی کے بجائے جزوی طور پر اپنایا اور بہت سے مسائل مثلاً عقیدۂ توحید، نظریۂ خلافت، اِختلافِ اُمّت، زیارتِ قبور، زیارتِ قبرِ نبویؐ، ردِّ بدعات، اِجتہاد و تقلید، اَسما و صفات وغیرہم میں ابنِ تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کی فکر کو نہ صرف اپنایا، بلکہ شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کی تصانیف میں اِسی فکر کی بازگشت ہے۔ اُنھوں نے امام ابنِ تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کی طرح عقائد کی تشریح و تفہیم کرکے اس کو سلف کے فہم و مسلک کے مطابق پیش کیا۔ شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کے بعد پھر یہ سلسلہ عام ہوا اور بعد میں آنے والی نام ور شخصیات، علما اور تحریکوں نے فکرِ ابنِ تیمیہ سے رہ نمائی لی۔

❁❁❁❁❁❁

۴۹۔ مولانا غلام رسول مہر، **سیرتِ امام ابنِ تیمیہ** (بمبئی: مومن پورہ، ادارہ دعوت الاسلام، ۱۹۸۲ء)، ۶۴۔